فکر و نظر

شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

پورا ملک "بد اعتمادی اور بے اطمینانی" کے نرغے میں چلا گیا ہے ـــــ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جو لوگ اس ساری صورتِ حال کے ذمہ دار ہیں، اس کے حل کے لیے لوگ، ہاتھ بھی ان کے سامنے پھیلا رہے ہیں۔

میر بھی کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

سیاست، سیاسی لیڈر، جمہور کی جمہوریت اگر ایسی شے ہے جو روز مرہ ہمارے مشاہدہ میں آ رہی ہے تو پھر بقول علامہ اقبال یہاں ابلیس کی ضرورت باقی نہیں رہی ؎

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

جس پاکستان کی اساس لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تشخیص کی گئی تھی، اب وہاں اس نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی، جتنی رہ گئی ہے، وہ صرف سیاسی کاروبار اور نجی دھندا چلانے کے لیے رہ گئی ہے۔ اسلام کا نام ضرور لیتے ہیں مگر اس کی حیثیت "یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" سے زیادہ نہیں ہے۔ مخلص لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے ؎

سب ہو چلے ہیں اس بُتِ کافر ادا کے ساتھ
رہ جائیں گے رسول ہی بس اب خدا کے ساتھ

جس ملک میں کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ کا سماں طاری ہونا چاہیے تھا وہاں اب برادرانِ یوسف تو بہت ہیں، یارانِ غار کا دُور دُور تک کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا ؎

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

مسجدیں ویران ہیں، سینما اور کلب آباد، مسجدیں جو لوگ رہ گئے وہ بھی عموماً اس پر

بوجھ بن رہے ہیں ؎

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی ۔۔۔ برقِ طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی ۔۔۔ فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتِ حال کا یوں تذکرہ کیا ہے :

مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى (مشکوٰۃ)

(بظاہر) ان کی مسجدیں آباد ہوں گی (لیکن حقیقت میں) رشد و ہدایت (کی روح) سے خالی ہوں گی۔

اس پر طرہ یہ کہ علماءِ سوء (درباری ملاؤں) کے ایک مختصر سے ٹولے نے مساجد کی روحانی حیثیت کو مزید نقصان پہنچایا ہے ، خدا کے بجائے انہیں اپنے ولی نعمت مگر بے دین تاجداروں کی ثناخوانی کے لیے استعمال کیا ہے۔ انہی درباری ملاؤں کے متعلق رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِنَّ أُنَاسًا مِّنْ أُمَّتِي سَيَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَقُولُونَ نَأْتِي الْأُمَرَاءَ نُصِيبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِينِنَا وَلَا يَكُونُ ذٰلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ إِلَّا الشَّوْكُ كَذٰلِكَ لَا يُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ كَأَنَّهُ يَعْنِي الْخَطَايَا ، رَوَاهُ ابْنُ مَاجَہ۔

میری امت میں سے کتنے لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے اور (دل میں) کہیں گے کہ حکمرانوں کے ہاں جاکر ان سے دنیا کمائیں گے (پر) ان سے اپنے دین کو بچا کر رکھیں گے ، (لیکن) یہ بات ان کے لیے ممکن نہیں ہو گی جیسے خاردار درخت اور پودے (جھنکنڈ) سے کانٹوں کے سوا اور کچھ نہیں چُنا جا سکتا۔ اسی طرح ان حکمرانوں کے قرب میں صرف سیاہ کاریاں وصول ہو سکیں گی۔

ان کاروباری اور درباری ملاؤں کے بارے میں فرمایا :

عُلَمَاءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُودُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ (مشکوٰۃ)

اس زمانے کے علماءِ سوء سارے آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے ۔ انہی سے فتنے

اُبھریں گے اور انہی میں جاکر دم لیں گے۔"

علمائے حق ہی اصل میں ان مساجد کے وارث اور ملتِ اسلامیہ کے نگہبان ہیں۔ مگر افسوس! ان کی کوئی نہیں سنتا، چند صالح اور کریم النفس انسانوں کے سوا اور کوئی بھی ان کی رہنمائی میں چلنے کے لیے تیار نہیں: قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔

بہر حال غنیمت ہیں یہی مٹھی بھر لوگ اور طائفہ منصورہ، جس نے ان بوریہ نشینوں اور خانۂ خدا کے صحیح خدمت گاروں سے تعاون کیا، انہی کا انشاءاللہ بیڑا پار ہوگا اور وہی خدا کے ہاں بھی سُرخرُو ہوں گے۔

وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ (پ۔ تطفیف)

"اور ریس کرنے والوں کو چاہیے کہ اسی کی ریس کریں۔"

خدا کے بندوں نے بندگانِ خدا کو خدا کے نام پر ایسے ایسے فریب دیے ہیں کہ اب خدا کا نام لیتے ہوئے صادقین کو بھی شرم آنے لگی ہے ؎

خدا کے نام پر پر کے دیے اتنے خدائی نے
دھڑک اٹھتا ہوں جب کوئی خدا کا نام لیتا ہے

غور فرمائیے! سوشلزم کے داعیوں نے بھی "مساواتِ محمدیؐ" کے نام پر ہی سوشلزم کو گوارا بنانے کی سازش کی ہے، نام نہاد مسلمانوں کے بجائے کافر سوشلسٹ نے کم از کم منافقانہ یہ تکلف نہیں برتا۔ جب ناچنا ہی ٹھہرا تو پھر گھونگھٹ کا ہے کا — ؟ لیکن یہ نادان کیا جانیں کہ دین کیا ہے؟

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو، کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

جو تعلیم گاہیں ہیں وہ بھی دراصل "روحانی منصوبہ بندی" کی ایک مکروہ شکل بن کر رہ گئی ہیں جن میں معنوی قسم کی نسل کشی ہوتی ہے۔ اکبر مرحوم نے انہی جیسی درس گاہوں کے بارے میں ہی کہا تھا ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس! کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ان تعلیم گاہوں میں اکثریت ایسے روحانی خسروں کی پیدا ہو رہی ہے کہ زندہ کا فر

رہتے ہیں نہ مسلم ؎

یہ بتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
نہ ادائے کافرانہ، نہ تراشِ آذرانہ

بازار ہیں تو اس کے انگ انگ سے بازاری پن برس رہا ہے۔ عریانی اور خود غرضی کے دیو دندنا رہے ہیں۔ دکان میں قدم رکھتے ہی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بنارسی ٹھگوں اور جیب کتروں سے پالا پڑ گیا ہے۔

اشیا میں ملاوٹ کا یہ عالم ہے کہ ایک دفعہ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے خطبہ میں یہ کہہ دیا تھا کہ:

"او فلانئو! تمہارا گھیو خالص نہ پیو خالص" یعنی تمہارا گھی خالص ہے نہ باپ"۔ ملاوٹ غذا سے لے کر نطفے تک چلی گئی ہے۔ انا للہ!

دین کا جائزہ لیا جائے تو یہ اور ہی مایوس کُن ہے۔ لوگوں نے اس کو کچھ ایسا گناہ پروف بنا ڈالا ہے کہ کچھ کریں اور کچھ کہیں ان کے "دین و ایمان" کا کچھ نہیں بگڑتا۔ کفر ہو یا شرک، بدعت ہو یا معصیت، سوشلزم ہو یا الحاد و زندقہ کا کوئی چرکہ، بہرحال وہ سبھی کچھ کر کے بھی مسلمان کے مسلمان رہتے ہیں ؎

نگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
نہ توحید میں کچھ خلل ان کی آئے (حالی)

؎ کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے
مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے

قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کو خدا کے بجائے غیروں کے پاس سکون ملتا ہے، خدا کا نام لیں تو ان کے دل بھنچنے لگتے ہیں۔ غیروں کا ذکر آجائے تو دل ان کا باغ باغ ہو جاتا ہے:

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (زمر)

یعنی جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ ع "بابر با عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"

کی بات کرتے ہیں، ان کے دل بھینچنے لگتے ہیں اور جب خدا کے سوا (دوسروں) کا ذکر کیا جاتا ہے تو بس یہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔"

ایک دوسرے کے خلاف تو تکار کا جو سلسلہ شروع رہتا ہے، اسے مذہبی لوگ "ایمانی غیرت کی بات بنا کر" اختلاف امتی رحمۃ" کی چھری سے اتفاق و اتحاد کا گلا کاٹتے اور ثواب لوٹتے ہیں اور جو سیاسی کھلنڈرے ہیں وہ آپس کی بدمزگی اور بد تہذیبی جیسے مردار کو جمہوریت" کے منتر سے حلال بنا کر ایک دوسرے کی کردار کشی کو جہاد تصور کر رہے ہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ: بات دونوں نہیں سمجھے۔ "اختلاف امتی رحمۃ" سے غرض وہ اختلاف ہے جس سے "وضوح حق" میں مدد ملتی ہے اور جمہوریت میں اختلاف رائے سے غرض ایک دوسرے کے اختلاف کو برداشت کرنا اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنے کی گنجائش رکھنا ہے۔۔ لیکن اختلاف اور بدمزگی کے جیسے کچھ نمونے دیکھنے میں آ رہے ہیں، وہ اختلاف رحمت ہے نہ جمہوریت بلکہ عذاب الٰہی ہے اور انسانوں کی کج روی کا بد نتیجہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ (پ ۔ الانعام ع)

آپ ان سے کہہ دیں کہ وہی (خدا) اس پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے یا تمہارے پیروں کے تلے سے کوئی عذاب تمہارے لیے نکال کھڑا کرے یا تم کو پارٹی پارٹی کر کے (ایک دوسرے سے) بھڑا مارے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔

اوپر سے اٹنگ اور گیسوں کی شیلنگ۔ بمبارمنٹ، تباہ کن ابر و باد کے طوفان، نیچے سے زمین کی بابرکتی، سیلابوں کے طوفان اور باہم شرمناک آویزش، ان باتوں کو جو لوگ اللہ کا عذاب تصور کرنے کے بجائے رحمت یا اختلاف رائے کی آزادی کا حق استعمال خیال کرتے ہیں، وہ دراصل مزید کسی مہلک امتحان اور ابتلا کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

بعض افراد کا جھوٹ بکنا ناممکن بات نہیں ہے لیکن اسے معراج سیاست" تصور کرنا اور اجتماعی اور سرکاری سطح پر دھڑلے سے جھوٹ کہنا ایک زوال پذیر معاشرہ اور قوم کی علامت تو ہو سکتا ہے صحت مند سیاست اور معاشرہ کی نشانی نہیں ہو سکتا۔ ایسے معاشرہ کے لیے خیر و عافیت کے ساتھ منزل کو پا لینا مشکل ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ (پ ۲۳ ۔ زمر ع)

"یقین کیجیے! اللہ تعالیٰ جھوٹے (اور) ناشکرے کو منزل کا سراغ نہیں دیا کرتا۔"

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (پ۲۴- مومن ع۴)

"یہ ایک حقیقت ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹے لپاٹیے کو اللہ منزل کی رہنمائی نہیں کرتا۔"

ایسی قوم اور معاشرہ کا انجام رسوائی، ذلت، ناکامی اور خواری کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (پ۳۰- العلق)

"کوئی نہیں! اگر وہ باز نہ آیا (تو) اس کی پیشانی سے پکڑ کر ہم اس کو گھسیٹیں گے جھوٹی (اور) خطاکار پیشانی"

علم و فن اور تہذیب و تمدن کے اس روشن دور میں حکمران، انجمنیں، حکومتیں اور بین الاقوامی ادارے اپنی سرکاری حیثیت میں جس طرح مہذب اور ترقی یافتہ جھوٹ کے سہارے پر کاروبار حکومت چلا رہے ہیں، صرف افسانے نہیں، واقعات ہیں، بہرحال یہ حماقتیں صرف افسوسناک ہی نہیں شرمناک بھی ہیں۔ جو حکمران جتنے دروغ گو اور پینترے باز ہوتے ہیں اتنا ہی لوگ ان کو سیاست دان کہتے ہیں اور داد دیتے ہیں۔ حالانکہ جھوٹ وہ دنائت، رذالت اور خسّت ہے جس سے عہدِ جاہلیت کی جاہلیت بھی ناک بھوں چڑھاتی تھی، حضرت ابوسفیانؓ کو جب ہرقل رومی نے بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور ہرقل نے ان کے رفقاء کو ان کے پیچھے بٹھا کر کہا کہ جب یہ جھوٹ بولے تو اس کا پردہ چاک کیجیے! تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرم میں ڈوب گئے۔

قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ إِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ فَوَاللَّهِ! لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْثِرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ (رواہ البخاری)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی کافر تھے۔ فکر و نظر اور رشد و ہدایت کی روشنی سے ابھی کوسوں دور تھے۔ بہرحال جھوٹ ایک ایسی گندگی ہے جس سے ابنِ آدم کی شخصیت مجروح ہوتی ہے مگر افسوس! اب اسی کے صدقے ان طاغوتیوں کی سیاسی شخصیت بنتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سیاست پر بلاشرکت غیرے قابض رہنے کے لیے 'سیاسین سوء' اور جاہ پرست پھتروں اور بھینسوں نے علمائے حق اور جماعتِ صالح کو کوچۂ سیاست سے باہر دھکیلنے کے لیے حیا سوز کوششیں کی ہیں تاکہ سیاست ناپاک رہے اور ناپاک سیاستدان اس ماحول اور فضا میں کسی کرا جنبی نظر نہ آئیں۔

نعرہ یہ بلند کیا گیا کہ: علماء اور نیک لوگوں کو سیاست سے کیا لگے، یہ ایک دنیاوی دھندا ہے، بلکہ یہ ایک سیاسی میخانہ ہے جس میں زاہدوں کی پگڑی اچھلتی ہے۔ اس لیے ان کو اس سے دور رہنا چاہیے۔ مقصد ان کا یہ ہے کہ: سیاست ایک دنیوی کھیل ہے، اس لیے صرف دنیا داروں کو ہی اس کے کوچہ میں قدم رکھنا چاہیے، بزرگوں کے لیے مسجدوں کے گوشے ہی کافی ہیں۔

دین اور دنیا کی تفریق کے اس تصور سے اسلامی سیاست کو حد درجہ کا دھچکا لگا ہے، اس خام خیالی کی وجہ سے، سیاست اور ملی امامت کی تقدیس مجروح ہوئی ہے، حد یہ کہ، اب اگر اس میدان میں کوئی بزرگ نظر آیا ہے تو لوگوں کو حیرت ہوتی ہے کہ یہ نیک بندہ اور یہ سیاسی دھندا؟ اُف و! غضب ہو گیا!

آپ نے بارہا یہ مشاہدہ کیا ہو گا بلکہ آپ کے قلب و نگاہ اس پر شاہد ہیں کہ نظامِ سیاست کے اس بھدے تصور کے بعد اگر کرسی اقتدار پر زر اور دنیا دار، بے خدا جاہ پرست اور سیاسی جانور براجمان ہو گیا ہے تو بے شرم لوگوں نے اس کو برا نہیں منایا بلکہ "دیوی" کی طرح اس کی پوجا کی ہے، اس کے نام کے نعرے بلند کیے ہیں اور اس کے قرب کو دارین کی سعادت تصور کیا ہے۔ دوسری اقوام و ملل میں اگر یہ بات ہوتی تو ایک بات تھی لیکن اسلامیانِ عالم کی یہ ذہنیت؟ اُف و! ـــ بس یہی کہا جا سکتا کہ: یہاں مسلم شیطان سے مات کھا گیا ہے، نیکو کاروں کے بجائے، بدنہاد اور بدکردار لوگوں کے ہاتھ میں اپنی زمامِ سیاست تھما کر خوش ہو رہا ہے کہ اس نے کیا خوب کیا ہے! اصل میں وہ بات نہیں سمجھے، یہ خوب نہیں ہے بلکہ مہلک ہے۔ شیطانی پروپیگنڈہ کی یہ کارستانی ہے کہ ان کو ایک قبیح بات حسین دکھائی دے رہی ہے، شیطان چاہتا ہے کہ کسی طرح ان کا بیڑا غرق ہو: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر قسم کی بے اطمینانی اور آزار وہ چرکوں کے باوجود رجوع الی الحق کی توفیق سے وہ اس لیے محروم ہو رہے ہیں کہ یہ نرے پتھر ہیں اور شیطان نے ان کو اپنے کام حسین کر دکھائے ہیں۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ ۷ - الانعام ع ۵)

سو جب ان کو ہماری (طرف سے) تکلیف پہنچی تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے، واقعہ یہ ہے کہ ان کے دل سخت رہے اور جو کچھ وہ کر (رہے) تھے، شیطان وہ ان کو خوش نما کر کے دکھاتا رہا۔"

فرمایا، سب سے بڑے سیاست دان اور حکمران فرعون کا بھی یہی حال رہا ہے، جو بھی بُرا کام کرتا، شیطان اسے وہ خوشنما کرکے دکھاتا رہا، لیکن یہی فریب بالآخر اس کو لے ڈوبا۔

وَكَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ (پ ۲۴ - المؤمن ع ۵)

فرمایا یہ لوگ اس حماقت میں بھی مبتلا رہے کہ حق کے یہ داعی حکمرانوں سے ٹکرا کر مٹ جائیں گے، مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ سرداران مکہ خود ہی تباہ ہوئے اور بندگانِ حق کامیاب اور سُرخرو رہے:

بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا (پ ۲۶ - الفتح ع ۲)

"اصل یہ ہے کہ تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ رسول اور مومن اپنے گھر والوں میں لوٹ کر کبھی نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں کو خوشنما لگی تھی اور تم نے غلط اندازے لگائے اور خود ہی تم برباد ہو رہے۔"

دین اور دنیا کی تفریق کی وہ راہ ہم نے بھی اپنائی ہے، اور اس سلسلے میں جس طرح پہلے لوگ خوش فہمی میں رہے، ہم بھی ویسے ہی مگن ہو رہے ہیں اور داعیانِ حق کا جس طرح وہ مذاق اڑایا کرتے تھے، ویسا کچھ ہم بھی آج کر گزرے ہیں۔ اگر باز نہ آئے تو ہمارا بھی وہی حشر ہوگا جو ان کا ہوا تھا۔

الغرض: زندگی کے ہر شعبہ میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ اور منحوس کردار کے نتائج بھی ظاہر ہونے کے لیے بے چین نظر آتے ہیں۔ مگر ہمیں ابھی اس زیاں کا احساس نہیں ہوا۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ سب کچھ بخت و اتفاق کی بات نہیں ہے بلکہ تمہاری شامتِ اعمال کا یہ نتیجہ ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (روم - ع ۵)

"خشکی اور تری میں بلائیں پھوٹ پڑی ہیں، صرف لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے۔"

ع شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

اب بھی اس سے غرض یہ نہیں کہ تمہیں ستایا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ کر آپ ہوش میں آجائیں!